ماہنامہ

بہاول نگر

سرائے اُردو

مئی 2022ء

عید نمبر

فہرست

اداریہ		2
حمدِباری تعالیٰ	احسان دانش	3
نعتِ رسولِ مقبول ﷺ		3
سچی عید	خان حسنین عاقب۔بھارت	4
الوداع!ماہِ رمضان	ارم رحمان-لاہور	7
پہلی عید	صفدر علی حیدری	8
بچپن کی عید	محمد رمضان شاکر-پاکپتن	10
عید کا دن	عمر نایاب	13
وصیت	بہرام علی وٹو	14
عیدی	عمر فاروق عارفی	16
روبروے ادیب	تحریر وملاقات:فاکہہ قمر	18
چاند رات اور صدقہ جاریہ	وقار احمد	21
عید	افق زہرہ بلوچ-تونسہ شریف	23
پیغام	ذوالفقار علی بخاری	24
بچپن کی عید اور ہم	حسن آراء-ملکوال	25
عید الفطر عزمِ نو کا دن		

اداریہ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہُ

لیجئے جناب! سرائے اُردو کا تازہ شمارہ آچکا ہے اور یہ عید کا بہترین تحفہ ہے اُن کے لئے جو آج کے دور میں اردو پڑھنے، لکھنے اور بولنے کو فخر سمجھتے ہیں۔

ہمارے ہاں بچوں کو عیدی دینے کا رواج ہے کاش اگر ان کو عید کے موقع پر اچھی کتب کا تحفہ دیا جاتا تو آج بھی لاکھوں بچوں کا پسندیدہ مشغلہ مطالعہ ہی ہوتا، اس میں کس کا قصور زیادہ ہے اس جانب متوجہ کرنا مقصود نہیں ہے لیکن یہ تلخ حقیقت ہے کہ عید اور رمضان کے موقع پر ہم ضرورت مندوں کو یاد رکھتے ہیں اور اسی طرح سے ادب کی دنیا میں بھی کسی کے گزر جانے پر ان کو یاد کرتے ہیں ہمیں اپنی سوچ کا دھارا بدلنا ہو گا تاکہ سب کو مناسب وقت پر پذیرائی دیں، اپنی زبان کو اہمیت دیں اور ایک دوسرے کا احساس کریں تو معاشرہ امن کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ محمد جعفر خونپوریہ صاحب "رنگ حنا" کے نام سے رسالہ منظر عام پر لا رہے ہیں ان کے اس پھول کی خوشبو کو پھیلانے میں ضرور اپنا کردار ادا کریں۔ ان کی ادب سے محبت اور لگن سے نئے قلم کاروں کی ایک فوج تیار ہو رہی ہے۔ ادب کی دنیا میں ان کا نام ہمیشہ سنہری الفاظ میں لکھا جائے گا۔

سرپرست اعلیٰ سرائے اُردو: ذوالفقار علی بخاری

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہُ

امید ہے قارئین آپ بخیر و عافیت کے ساتھ ہوں گے۔ ہماری تمام ٹیم کی طرف سے تمام قارئین کو میٹھی عید کی خوشیاں بہت بہت مبارک ہوں۔ اپنا اور اپنے پیاروں کا بہت سا خیال رکھیں اور ادب سے جڑیں رہیں۔ عید خوشیوں کا پیغام لاتی ہے۔ اگر آپ اپنے عزیز و اقارب کو خوشیوں میں شامل نہیں کریں گے تو آپ کی خوشیاں پھر ادھوری رہ جائیں گی۔ اس عید اتفاق، سلوک اور پیار کے ساتھ اس خوبصورت تہوار کو اپنوں کے سنگ منائیں اور ہمیشہ کے لیے یادگار بنائیں۔ اللہ پاک اپنے محبوب کے صدقے ہمارے ملک پاکستان کو خوشیوں اور امن کا گہوارہ بنائے، آمین۔

والسلام

بہرام علی وٹو۔۔۔مدیر سرائے اردو بہاول نگر

منتظمِ اعلیٰ: ذوالفقار علی بخاری
مدیر: بہرام علی وٹو
معاون مدیرہ: فاکہہ قمر
ڈیزائننگ اینڈ کمپوزنگ: محمد طیب صدیقی

حمدِ باری تعالیٰ

تری حمد میں کیا کروں اے خدا
میرا علم کیا، میری فکر کیا
میں ہوں بے خبر تو خبیر و علیم
میں حادث ہوں اور ذات تیری قدیم
مکاں ہے ترا، لامکاں ہے ترا
زمیں ہے تری، آسماں ہے ترا
تجھی سے صبا، تجھی سے صموم
زمیں پر ہیں گل، آسماں پر نجوم
ضیائے رخ زندگی تجھ سے ہے
جہاں بھی ہے رخشندگی تجھ سے ہے
محیط دو عالم ہے قدرت تری
ہے کثرت کے پردے میں وحدت تری
ترے زمزمے آبشاروں میں ہیں
تری عظمتیں کوہساروں میں ہیں

احسان دانش

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

نہ ہو گا روز محشر کوئی چارہ یارسول اللہ
مگر تیری شفاعت کا سہارا یارسول اللہ
ادھر حکم خداوندی کا سہارا یارسول اللہ
جدھر بھی آپ کا ہو گا اشارہ یارسول اللہ
ہوا مغلوب جب دشمن تو "لاتثریب" فرمایا
نہیں ثانی زمانے میں تمھارا یارسول اللہ
بھلا سارے زمانے میں ہم آخر کیوں نہ رسوا ہوں
نہیں قرآں میں لگتا دل ہمارا یارسول اللہ
شفاعت پر لگائے آس اک مدت سے بیٹھا ہے
گنہگاروں میں اک عاصی تمھارا یارسول اللہ

سچی عید

خان حسنین عاقب۔ بھارت

شعبان کا مہینہ تھا اور رمضان شروع ہونے میں دو ہفتوں کی دیر تھی۔ عدنان میاں نے ضد پکڑ رکھی تھی کہ وہ اس عید پر نئی سائیکل لیں گے۔ عدنان میاں پڑھتے تو صرف چوتھی جماعت میں تھے لیکن بلا کے ذہین تھے۔ ان کے ابّو کے ملنے جلنے والے ان سے بات چیت کر کے حیران رہ جاتے تھے۔ ان کی ہوشیاری، ان کی باتیں، ان کی برجستگی۔ یعنی وہ اپنی عمر سے کافی آگے کی چیز بن گئے تھے۔ اللہ کی مرضی، جو جسے جیسے نوازنا چاہے، نواز دیتا ہے۔ اس نے عدنان میاں کو ذہانت سے نوازا تھا۔ اللہ نے ان کے والدین کی دعاؤں کو قبولیت عطا کی تھی۔

خیر، عدنان میاں نے خود کے لیے ایک شرط اور رکھ دی۔ سائیکل وہ اپنے پیسوں سے خریدیں گے۔ حالانکہ ان کے امّی اور ابّو، دونوں معلم تھے اور انہیں سائیکل ہی نہیں بلکہ وہ جو چاہتے، دلوا سکتے تھے لیکن عدنان میاں کو نہ جانے کیا سوجھی، انہوں نے چار ہزار روپیوں کی سائیکل خود اپنے جیب خرچ سے خریدنے کا فیصلہ کر لیا۔ شروع میں سب نے اسے بچے کی ضد سمجھ کر انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن پھر کچھ سوچنے پر بات یہ سمجھ میں آئی کہ یہ تو ایک بچے کی غیرت اور خودداری کی نشو و نما اور اسے پروان چڑھانے کا معاملہ ہے۔ سب بہت خوش ہوئے۔ اب شروع ہوا اصلی کھیل۔ انہوں نے اپنے گلک یعنی پیسوں کے ڈبّے میں نئے سرے سے اپنا روزانہ کا جیب خرچ جمع کرنا شروع کر دیا۔ چاکلیٹ کے پیسے، گُلک میں۔۔۔ اسکول کا جیب خرچ، گُلک میں۔۔۔ مہنگی لائی ہے، اس کے پیسے، گُلک میں۔۔۔ بلکہ اب تو یہ معاملہ ہو گیا تھا کہ روزانہ جتنا جیب خرچ انہیں ملتا تھا، تقریباً اتنا ہی وہ مزید حاصل کر لیتے اور اسے اپنے گُلک کے حوالے کر دیتے۔ پھر رمضان شروع ہو گئے۔ روزوں کی وجہ سے عدنان میاں کا باہر جانا بالکل بند ہو گیا تھا۔ اس لیے کبھی کبھی باہر جا کر چاکلیٹ یا قلفی لانے میں جو پیسے خرچ ہوتے تھے، وہ بھی بچنے لگے۔ دھیرے دھیرے گُلک کا پیٹ بھرنے لگا لیکن معاملہ تھا چار ہزار روپیوں کا۔۔۔ اتنا آسان نہیں تھا چار ہزار روپئے جمع کرنا۔۔۔ عدنان میاں چاہتے تھے کہ عید کے دن، عید گاہ سے واپس آتے ہوئے نئی سائیکل لیتے آئیں۔ ان کے سب دوست کیسے حیران رہ جائیں گے؟ کیسے حسرت سے ان کی چمچماتی سائیکل کو اِدھر اُدھر سے دیکھیں گے۔ کوئی

ہاتھ لگائے گا تو میں اسے فوراً روک دوں گا، 'ارے، نئی سائیکل ہے، میلی ہو جائے گی۔ وہ سوچتے اور خود ہی ہنس دیتے۔ دو تین مرتبہ تو ان کے والدین نے انہیں نیند میں مسکراتے ہوئے دیکھا۔ وہ سمجھ گئے کہ بچہ نیند میں خواب دیکھ رہا ہے۔ اور عدنان میاں سچ میں نیند میں یہی سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ انہیں فخر اس بات کا تھا کہ سائیکل ان کے اپنے پیسوں سے خریدی جائے گی۔ ان کے والدین کے پیسوں سے نہیں۔ حالانکہ یہ پیسے بھی ان کے والدین کے ہی ہوں گے لیکن چونکہ ان پیسوں کو جمع کرنے میں عدنان میاں کی محنت اور خودداری شامل تھی اس لیے ان پیسوں کی قدر بہت زیادہ تھی۔ عید کا دن نزدیک آتا جا رہا تھا۔ پندرہ روزے پورے ہو چکے تھے۔ اتنے میں ان کے گھر ان کی پھوپی جان آ گئیں۔ اوہو، وہ کیا آئیں، جیسے گھر میں بہار آ گئی۔ پھوپی جان کے دو بچے تقریباً عدنان میاں کے ہم عمر ہی تھے۔ خوب مزے کے دن گزرے۔ سحری، افطار، دوپہر میں تھوڑا بہت کھیلنا لیکن دو تین دن بعد پھوپی جان بھی جانے لگیں۔ عدنان میاں روہانسے ہو گئے۔ 'پھوپی جان، آپ ابھی تو آئی ہیں۔ اور ابھی جا بھی رہی ہیں۔ عید کے بعد جایئے گا نا!'

پھوپی جان نے انہیں گلے لگا لیا۔ بولیں، 'بیٹے، ہم یہاں ڈاکٹر سے چیک اپ کروانے آئے تھے۔ رمضان کے مہینے میں اپنے گھر سے باہر نکلنا کسی طرح اچھا نہیں ہوتا لیکن ڈاکٹر کو دکھانا تھا اس لیے آنا ہی پڑا۔ اب عید کے بعد آئیں گے انشاء اللہ۔'

پھوپی کو بھی معلوم ہو گیا تھا کہ عدنان میاں اپنے پیسوں سے سائیکل خریدنے والے ہیں۔ انہوں نے خوش ہو کر جاتے جاتے پانچ سو روپے کا نوٹ عدنان میاں کے گُلک میں ڈال دیا۔ گلک کا پیٹ مزید بھر گیا۔ گُلک بھی خوش نظر آ رہا تھا۔ اسی درمیاں ایک واقعہ رونما ہو گیا۔ عدنان میاں کی امّی جس آٹو رکشا سے اپنے اسکول آیا جایا کرتی تھیں، اس کے ڈرائیور ارشد کو اچانک فالج ہو گیا تھا۔ اس کا بایاں ہاتھ اور بایاں پیر بے جان ہو گیا تھا۔ ایک تو غریب آٹو ڈرائیور، اس پر اتنی بڑی بیماری اور پھر مزید یہ کہ عید کے قدموں کی آہٹیں نزدیک آتی جا رہی تھیں۔ عدنان میاں کی امی نے ارشد کی جتنی مدد کی جا سکتی تھی، کی۔ وہ عدنان میاں کو ساتھ لے کر ہی ارشد کی عیادت کو گئیں۔ عدنان نے اپنی آنکھوں سے غریب آٹو ڈرائیور کی حالتِ زار دیکھی۔ ارشد کے پانچ چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ اور گھر میں

کمانے والا ارشد واحد شخص۔ تھوڑی تسلی کی صورت یہ تھی کہ ارشد کے والد ریٹائرڈ کلرک تھے، ان کی پنشن سے ارشد کو تھوڑا سہارا مل جاتا تھا لیکن پورا گھر چلانا۔۔ اور پھر ایک بیمار جوان انسان۔ جو بستر پر مفلوج پڑا ہو۔۔ اس کی اور اس کے بچوں کی عید کیسی ہو گی؟ اللہ اللہ، کیسی افسوس ناک صورتِ حال تھی۔ بہر کیف! اگلے پندرہ دن بھی یوں ہی گزر گئے یہاں تک کہ چاند رات آن پہنچی۔ مسجد سے چاند دکھائی دینے کا اعلان ہو گیا۔ تراویح بند ہو گئی۔ نماز کے بعد عدنان میاں اپنے گُلک کے پیسے گننے کے لیے بیٹھ گئے۔ ایک۔ دو۔ تین۔۔ چالیس۔۔ پچاس۔۔۔ سو۔۔ پانچ سو۔۔۔ ایک ہزار۔۔۔ دو ہزار۔۔۔ تین ہزار۔۔۔ کُل ملا کر تین ہزار پانچ سو۔۔۔ پانچ سو روپے اَور جمع ہونے تھے۔ امید تھی کہ صبح عید کے دن دادا جان، چاچا جان اور دیگر کچھ رشتے داروں سے اتنی عیدی تو مل ہی جائے گی کہ سائیکل بہ آسانی خریدی جا سکے۔ اتنے میں اچانک عدنان میاں کو کچھ خیال آیا۔ انہیں عید کے کپڑوں کی فکر نہ تھی کہ والدین پہلے ہی ان کے لیے کپڑے خرید چکے تھے۔ بلکہ عید کے دیگر لوازمات بھی خریدے جا چکے تھے۔ ان کی نظر میں ارشد کا چہرہ گھوم گیا۔ ارشد کے بچے اور اس کی غربت۔۔۔ اس کا افلاس زدہ گھر اور ارشد کی بیماری۔۔ ارشد کے بچے عید کیسے منائیں گے؟ انہیں کپڑے کون دلائے گا؟ اس کے گھر شیر خورمے کا سامان کیسے آئے گا؟ وہ یہ سب سوچنے لگے۔ سوچتے سوچتے عدنان میاں کا چہرہ اُتر گیا۔ ان کے چہرے سے نئی سائیکل لینے کی خوشی غائب ہو گئی۔ تھوڑی دیر وہ ویسے ہی بیٹھے رہے۔ پھر مضبوط قدموں سے اٹھے، اپنا گُلک اٹھایا اور اپنے ابو کے کمرے میں داخل ہو گئے۔ ان کے والد اپنے نئے کپڑے چیک کر رہے تھے۔ عدنان میاں بولے، 'ابو جان، یہ دیکھئے میرے گُلک کے پیسے، نئی سائیکل لینے کے لیے۔۔۔ یہ ساڑھے تین ہزار ہیں۔'

ان کے ابو مسکرا کر بولے، 'ہاں بھائی، کل انشاء اللہ تمہاری سائیکل آ جائے گی۔ جو پیسے کم پڑیں گے، وہ ہم ڈال دیں گے۔ تم یوں سمجھ لینا کہ تمہاری عیدی ہے۔' عدنان میاں ٹھہر کر بولے، 'لیکن ابو جان، مجھے سائیکل نہیں چاہئے ان پیسوں سے۔' ابو جان چونک گئے۔ بیٹے کا چہرہ دیکھ کر وہ سنجیدہ ہو گئے۔ انہوں نے عدنان میاں کو اپنے قریب کر لیا۔ بڑے پیار سے پوچھا، 'بیٹے، کیا بات ہے؟ تم سائیکل کیوں نہیں لو گے؟ جس سائیکل کے لیے تم نے اتنی محنت سے پیسے جمع کئے، آج اچانک اپنا فیصلہ کیوں بدل رہے ہو؟' عدنان میاں بولے، 'ابو، اپنے آٹو والے ارشد انکل کے بچے

کیسے عید منائیں گے؟ ان کے ابو تو بستر پر بیمار پڑے ہیں۔ ابو، میری سائیکل کے یہ پیسے آپ ابھی ان کو دے آیئے تاکہ آج ہی ان کے گھر عید کے لیے کچھ کپڑے آجائیں۔ میں سائیکل کے لیے دوبارہ پیسے جمع کرنا شروع کر دوں گا۔ عدنان کے ابو کبھی حیرت سے اور کبھی فخر سے اپنے بیٹے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے بیٹے کو بھینچ کر گلے لگا لیا اور بولے، 'ہاں بیٹا، ان پیسوں میں ہم بھی اپنے دو ہزار روپے ڈال دیں گے۔ تاکہ وہ اور اچھی طرح عید منا سکیں۔' یہ سن کر عدنان کا چہرہ خوشی سے مزید دمکنے لگا۔ عدنان کے ابو کو ایسا محسوس ہوا جیسے عید کی سچی خوشی تو انہیں عید سے ایک دن قبل، چاندرات کو ہی مل گئی ہے۔ کل تو رسمی عید ہو گی، سچی عید تو آج ہی ہو گئی ہے۔

الوداع! ماہِ رمضان

اے! ماہِ صیام
الوداع!
میں نہیں جانتا
کیا ہے تیرا مقام
مگر
بہت تھوڑا لگا تیرا قیام
الوداع!
اے! ماہِ صیام
الوداع!
رحمتوں کا کھلا دروازہ رہا
بخششوں کا نزول بے اندازہ رہا
ہم نہ کر سکے پھر بھی
تری مہمان نوازی کا اہتمام
الوداع!
اے! ماہِ صیام
الوداع!

ہو سکے تو پھر سے
میری زندگی میں آنا
ایک اور موقع دے کر
مجھے اپنا بنانا
شاید سیکھ لوں جب تک
میں تیرا احترام
الوداع!
اے! ماہِ صیام
الوداع!
مجھے عادت بندگی نہیں ہے
بہت لمبی مگر زندگی نہیں ہے
بس کر دے مقدر
حوضِ کوثر کا جام
نبی پاک ﷺ کے صدقے
جنت کا انتظام
الوداع!

الوداع!
اے! ماہِ صیام
الوداع!
گناہوں کی بے شرمی سے بچا لے مجھ کو
جہنم کی گرمی سے بچا لے مجھ کو
مٹا کے دوزخیوں کی فہرست سے میرا نام
الوداع!
اے! ماہِ صیام
الوداع!
اے! ماہِ صیام

ارم رحمان، لاہور

"پہلی عید"

صفدر علی حیدری

"یہ ۔۔۔یہ کیا ہے؟"

"عیدی ہے اور کیا ہے؟"

"مگر بڑے ابو، آپ تو سو کا نوٹ دیا کرتے تھے مگر اس بار"۔

"بھئی اس بار آپ نے ایک روزہ بھی تو رکھا ہے۔۔۔ گویا یہ آپ کی پہلی عید ہے، پہلی مکمل عید۔ سو آپ کو عیدی بھی تو پوری ملنی چاہیے"

"شکریہ بڑے ابو" علی دادا ابو سے لپٹ گیا۔

☆☆☆☆

آج چاند رات تھی۔۔۔ اس بار تیس روزے پورے ہوئے تھے سو شوال کا چاند بڑی آسانی سے نظر آ گیا تھا۔ سب گلے مل رہے تھے، مبارک بادیں دے رہے تھے۔ علی کو اچانک اپنے دوست احمد کا خیال آیا پھر وہ چھت سے اتر کر اپنے کلاس فیلو دوست کے گھر کو چل دیا۔ اس کا گھر زیادہ دور نہیں تھا۔ دروازے پر پہنچ کر وہ دستک دینے ہی لگا تھا کہ احمد کی آواز سن کر وہ چونک پڑا۔

"امی کل عید ہے۔ سب لوگ نئے نئے کپڑے پہنیں گے۔ اپنی عیدی سے مزے مزے کی چیزیں کھائیں گے مگر میں۔۔۔۔" ۔ "بیٹا تمھارے ابو ہوتے تو تمھیں سب کچھ لے کر دیتے مگر میں لوگوں کے گھروں میں کام کرتی ہوں تو گھر کی دال روٹی چلتی ہے۔ یہ دیکھو یہ بہت اچھے کپڑے ہیں چھوٹے صاحب نے بس دو چار بار پہنے ہیں" ۔اس کی ماں نے سمجھایا۔

"نہیں یہ پرانے کپڑے میں نہیں پہنوں گا، کبھی نہیں پہنوں گا." علی الٹے قدموں واپس چلا آیا۔

☆☆☆☆

اگلے دن عید کی نماز پڑھ کر وہ سویوں کی پلیٹ لیے احمد کے گھر گیا تو وہ نئے لباس میں چہک رہا تھا۔ نیا لباس اسے خوب جچ رہا تھا۔ جوتے بھی نئے تھے اور اس کے پاس بٹوہ بھی تھا۔ علی نے خوش ہو کر آسمان کی طرف دیکھا اور دل ہی دل میں اپنے رب کا شکر ادا کرنے لگا۔ اس کی عیدی اور فطرانے کے پیسوں نے احمد کو بھی عید کی خوشی منانے کے قابل کر دیا تھا۔ علی کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ واقعی اس کی پہلی عید ہو۔۔۔ پہلی اور مکمل عید

☆☆☆☆

ادب اطفال کی دنیا میں تیزی سے اپنا مقام بناتی فاکہہ قمر کی بچوں میں مقبولیت حاصل کرنے والی کہانیاں "ڈینگی ڈریکولا"، "بلی اور پی جی او ٹائیگر" اور "گلدستہ ٹوٹ بٹوٹ جونیئر کا (کہاوت کہانی نمبر) اس عید پر حاصل کریں خصوصی ڈسکاؤنٹ کے ساتھ وہ بھی صرف 100 روپے میں۔

یہ خاص آفر عید الفطر کے تین دنوں تک کے لئے ہے۔

ایزی پیسہ اکاونٹ نمبر: 0342-5088675

"بچپن کی عید"

محمد رمضان شاکر-پاکپتن

بچپن میں عید گزارنے کی بہت سی خوشگوار یادیں آج بھی تروتازہ ہیں۔جب کبھی یہ سنہری یادیں ذہن کے پردے پر نمودار ہوتی ہیں تو دل ودماغ کو باغ باغ کر دیتی ہیں۔عید کے چاند کا نظر آنا ایک انجانی سی خوشی سے سرشار کر دیتا تھا۔عید کا چاند کیا نظر آتا یوں سمجھیے عید سے پہلے ہی عید کا سماں بندھ جاتا تھا۔

پورے گھر میں ایک ہلچل سی مچ جاتی تھی۔دو کنال کے گھر میں چھ خاندان آباد تھے جن کے کمرے الگ الگ تھے مگر صحن شروع سے لے کر آخر تک ایک ہی تھا چاند رات کو سارے کزنز مل کے خوب ہلہ گلہ کرتے۔ساری رات اسی موج مستی میں گزر جاتی۔داداجان ہمارے ساتھ رہتے تھے ان کی پگڑی کو ایک دو دن پہلے ہی چاولوں کی پچھ میں بگھو کر مائع دے دی جاتی،کرتا اور تہہ بند استری کر کے رکھ دیے جاتے اور سنہری کھسے کو کپڑا مار کے صاف کر کے ایک طرف رکھ دیا جاتا تھا اور ان کے گھومنے والے حقے کی بطورخاص مانجھ کے صفائی کی جاتی کہ اس کی چمک دمک دیکھنے والی ہوتی۔

کپڑے استری کرنے کی ذمہ داری بڑی بہن کی ہوتی وہ نہ صرف رات گئے تک سب گھر والوں کے کپڑے استری کرتیں بلکہ بعد میں سب بہنوں کو مہندی بھی لگاتیں۔امی اور دوسری بڑی بہن مل کے صفائی ستھرائی اور گھر کے جملہ کام نبٹاتیں۔صبح کے لیے میٹھی سویاں،کھیر اور چناچاٹ کی تیاری بھی کی جاتی اور کچھ بنے نہ بنے چناچاٹ ضرور بہ ضرور بنائی جاتی تھی جبکہ ہماری ذمہ داری دکان سے سوداسلف لا کے دینا اور ابو کی چمچماتی غرغابی کو دوبارہ سے چمکانا اور اپنے اور چھوٹے بھائی کے سینڈل پالش کرنا تھا۔

اس زمانے میں آسمانی رنگ کے کپڑے اور بلیک رنگ کے سینڈل ہماری خصوصی پسند ہوا کرتے تھے۔رات بھر جاگ کے گزاری جاتی تھی بس ایک دو گھنٹے ہی سو پاتے تھے۔ صبح اذان ہوتے ہی پھر گھر بھر میں ہلچل شروع ہو جاتی تھی۔پہلے نماز فجر ادا کی جاتی اور پھر نہانے کی تیاری ہوتی۔سب سے بڑا مسئلہ نہانے کا ہوتا اس وقت تک گھروں میں پمپ نہیں لگے تھے بلکہ ہاتھ والا نلکا ہوتا تھا۔بلکہ پورے گھر میں ایک ہی نلکا تھا جو سب کا مشترکہ تھا۔سب سے پہلے دادا ابو اور ابو نہاتے تھے اس کے بعد ہماری باری آتی تھی۔ایک ایک بالٹی بھرتے اور اٹھا کے غسل خانے میں لے جاتے۔کیپری صابن کی ٹکیا صابن دانی میں پڑی حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی ہوتی۔مگر پرواہ کسے ہوتی۔لگایا تو لگایا نہیں تو ایسے ہی چھڑاپ چھڑاپ پانی گرایا اور باہر نکل آئے۔۔بہنوں نے نئے سلے ہوئے کپڑے اور نیا رومال نکال کے رکھا ہوتا تھا۔جلدی جلدی میں نئے کپڑے پہنے جاتے تبت سنو کی نئی شیشی کھولی جاتی اور خوب رگڑ رگڑ کے منہ پہ تھوپی جاتی۔پرفیوم تو کبھی کبھی ہی دستیاب ہوتا تھا ہاں البتہ تبت پاؤڈر یا بلیک کیٹ پاؤڈر ہر عید پہ لازمی ہوتا تھا۔سب سے آخر میں نئے نکور سینڈل پہن کے دو تین بار آگے پیچھے چل کے دیکھا جاتا کہ کیسے لگ رہے ہیں گھر والوں کو دیکھائے جاتے اور پھر سارے کزنز کو بھی۔اتنی دیر میں داداجان کی آواز آتی بھئی جلدی کریں نماز کا ٹائم ہونے والا ہے تو سب جلدی جلدی باہر گلی میں نکل آتے۔بڑے خالی ہاتھ جب کہ چھوٹے بچے بغل میں کھیس دبائے ہوتے۔نماز پڑھنے کے لیے عید گاہ چونکہ کچی تھی اس لیے اس میں پرالی بچھادی جاتی ہر کوئی اپنے ساتھ چادر یا کھیس لے کے آتا جو کہ پرالی کے اوپر بچھا کے نماز ادا کی جاتی۔۔ادائیگی نماز کے بعد سارا گاؤں ایک دوسرے سے تین تین بار گلے ملتا۔عید کی مبارک باد دی جاتی جو ایک بار گلے ملتا اسے خشک اور مغرور تصور کیا جاتا تھا۔

چاچا نزیر سپیکر والا جو آج تک اسی نام سے مشہور ہے فوراً سے پہلے سپیکر چلا دیتا۔ہر سال ایک ہی گانا چلایا جاتا جو کہ توبہ نعوذ باللہ بار بار سن کے عید کا ہی ایک حصہ معلوم ہوتا۔گانے کے بول تھے "چن چن دے سامنے آگیا سوہنیو عید مبارک" عید اور یہ گانا لازم ملزوم تھا لوگ خوش ہو کے چاچے نزیر کو عیدی دیتے اور تکبیریں پڑھتے اپنے اپنے

گھروں کو روانہ ہو جاتے۔ گھر آ کے سب سے پہلے امی اور بہنوں کو عید کی مبارکباد دی جاتی اور ان کی دعائیں لی جاتیں جب امی پیار سے ماتھا چوم کے بلائیں لیتیں تو یقین مانیے روح تک سرشار ہو جاتی تھی اتنا سکون ملتا تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ اب جب کہ وہ اس دنیا میں نہیں ہیں تو یہ سب بہت یاد آتا ہے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے آمین۔ سب خاندان والے چھوٹے چاچو کے گھر سے عید ملنا شروع ہوتے اور کرتے کرتے چھے کے چھے گھروں میں ہر چھوٹے بڑے کو عید مبارک بولتے۔ کہیں چاٹ تو کہیں سویاں اور کہیں سے کھیر کھائی جاتی ساتھ میں کوک یا پیپسی کا دور بھی چلتا۔ ہر گھر کا بڑا دوسرے گھر جاتا اور بچوں کو دس بیس یا پچاس روپے عیدی دیتا۔ اور اکثر عیدی کے نوٹ نئے نکور اور کڑکنے ہوتے تھے جو سب سے آخر میں خرچ کیے جاتے تھے۔ امی ابو اور دادا جان سے عیدی لے کے میں اور میرا کزن عباس اور دوست رمضان سب سے پہلے عید گاہ کے ساتھ والی اماں سے آلو چھولے کی چاٹ کھاتے جس کے ساتھ املی کا کھٹا پانی بھی ہوتا تھا۔ اس کے بعد برف والی رنگدار قلفیاں کھائی جاتیں، جن کے کھانے سے زبان رنگدار ہو جاتی تھی۔ زیادہ عیاشی کرنی ہوتی تو تین روپے والی دودھ کی قلفی کھائی جاتی جو کہ کافی مزیدار ہوتی تھی۔ چاچے جاوید کی دکان سے قسمت کی پڑیاں کھولی جاتیں جو کہ اکثر اس کی دکان کی طرح خالی ہی نکلتی تھیں اور خاص طور پہ چاچے جاوید کی دکان کے لڈو بہت مشہور تھے اس لیے نہیں کہ بہت اچھے ہوتے تھے بلکہ اس لیے کہ دیکھیں کون ہتھوڑی کے بغیر انہیں کھاتا ہے یہ لڈو اتنے سخت ہوتے کہ اکثر دانت ٹوٹنے کا خدشہ رہتا۔ یہ سب کرنے کے بعد ہمارا ٹھکانا گاؤں کے عین وسط میں چاچے شیدے کی بیٹھک ہوتی تھی۔ جس میں عید کے دن وی سی آر پہ فلمیں دکھائی جاتی تھیں۔ تین روپے اور پانچ روپے میں عید کے دن گاؤں والوں کی واحد تفریح چاچے شیدے کی بیٹھک میں فلم دیکھنا تھا۔ پاکستانی فلم تین روپے اور انڈین فلم پانچ روپے میں۔ رش اتنا ہوتا تھا کہ باری کے لیے تعلقات استعمال کرنا پڑتے تھے تب جا کے جگہ ملتی تھی۔ فلم دیکھنے کے دوران بڑے بابے چائے جب کہ نوجوان اور بچے آئس کریم، چنا چاٹ وغیرہ سے لطف اندوز بھی ہوتے تھے۔ ہم کم از کم ایک فلم تو لازمی دیکھتے تھے بہت مزہ آتا تھا بہت خوشی ہوتی تھی۔ اسی خوشی سے سرشار شام ڈھلے گھروں کو لوٹتے تھے اور یوں عید کا یہ خوشیوں بھرا دن اپنے اختتام کو پہنچتا تھا۔

"عید کا دن"

عمر نایاب

ہم سب آج خوشیاں منائیں گے کہ آیا عید کا دن

روٹھے ہوؤں کو منا کر لائیں گے کہ آیا عید کا دن

مزے مزے کے پکوان بنائیں گے کہ آیا عید کا دن

مل بیٹھ کہ مٹھائیاں کھائیں گے کہ آیا عید کا دن

پیارے بچے عیدی لینے آئیں گے کہ آیا عید کا دن

نئے لباس میں گھومنے جائیں گے کہ آیا عید کا دن

دوستوں سے گپ شپ لگائیں گے کہ آیا عید کا دن

پیار بھری محفلیں سجائیں گے کہ آیا عید کا دن

حسد، بغض، کینہ اور عداوتوں کے بت گرا کر

ہر سو محبتیں پھیلائیں گے کہ آیا عید کا دن

"وصیت"

بہرام علی وٹو

کچھ لمحات انسان کی زندگی کے لیے یوں گراں ثابت ہوتے ہیں۔ جو آخری سانس تک سزا بن جاتے ہیں۔
عید کی آمد جہاں دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے خوشیوں کی آمد لاتی ہے وہیں پر ایک طبقہ ایسا بھی ہوتا ہے جن کے گہرے زخم عید اور دیگر تہوار پر مزید ہرے ہو جاتے ہیں۔
عید کی صبح وہ فجر کی نماز سے فارغ ہوا تو وہ اور توقیر حسب معمول پارک میں چہل قدمی کرنے لگے۔
اُس نے چہل قدمی سے ہانپتے ہوئے کہا۔ "توقیر تونے سچ کہا تھا کہ میرا بیٹا آج بھی نہیں آئے گا۔ مجھے امید تھی کہ کم از کم وہ چاندرات کو ہی آجاتا اس خیال کے تحت کہ عید تو گھر کر پائے گا۔"
توقیر نے کہا! "ساجد صاحب یہ ہمارے اپنے ایسے فیصلے ہیں جن کا نتیجہ آج ہم بھگت رہے ہیں۔"
اُس نے کہا۔ "ٹھیک کہا کاش ہم اپنے بچوں کو رزق حلال کما کر کھیلاتے۔ اُن کی پرورش اچھی کرتے۔ پھر رشتے بڑے گھرانوں کی بجائے اپنے رشتے داروں میں ہی کرتے تو آج شاید یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔"
توقیر نے کہا۔ " صیح کہا۔ میں تو اب اپنی اولاد کے آنے کی امید ہی نہیں رکھتا۔"
شام تک وہ اپنے بیٹے کا انتظار کرتا رہا لیکن اُس کا بیٹا اُسے ملنے نہیں آیا۔
وہ سمجھ چکا تھا کہ اُس کا بزنس مین بیٹا آج کا دن اپنے کاروباری دوستوں اور اپنے سسرال میں ملنے جلنے میں ہی گزارے گا۔ وہ ذمہ دار بھی تو خود ہی تھا۔ جب اُس نے اپنے والدین سے ایسا سلوک کیا تھا اُسے اپنے والد کی باتوں کی گونج آج بھی کانوں میں سنائی دیتی تھی۔ تب وہ باتیں اُسے سمجھ نہیں آتی تھیں۔ جب سمجھ میں آئیں تو وقت گزر چکا تھا۔ اُس نے حلال و حرام کا فرق کیے بغیر اپنے بیٹے کو دنیا جہاں کی سہولتیں مہیا کی تھیں۔ اعلیٰ اداروں سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد اسے اپنے ساتھ کاروبار میں شامل کر لیا تھا۔ اسے ایک الگ بزنس مہیا کیا تھا۔ پھر شہر کے بڑے کاروباری شخصیت کے گھر اُس کی شادی کی حالانکہ اُس کی بیوی کی خواہش تھی کہ وہ اپنے بیٹے کی شادی اپنے عزیزوں کے ہاں کرے گی لیکن وہ نہ مانا تھا۔ بیوی کے خالق حقیقی سے ملنے کے بعد وہ جب ضعیف ہوا تو اُسے اولڈ ہوم میں

داخل کروادیا گیا۔ اب تو اُس کے بیٹے نے عید پر اُس سے ملنے آنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ وہ جان چکا تھا کہ یہ وہ خود اس سودے کا خریدار ہے جس کی قیمت وہ بہت عرصہ قبل ادا کر چکا تھا۔ اُس نے اپنی آخری وصیت بھی یہ لکھوادی تھی کہ اُس کے بیٹے کو بیڈ نمبر 47 آلاٹ کیا جائے کیونکہ یہاں سے باہر کے مناظر بہت عمدہ دیکھائی دیتے ہیں۔

امید ہے اُس کا بیٹا یہاں سے باہر کے مناظر سے خوب لُطف اندوز ہو گا۔ اُسے یہ بھی بتایا جائے کہ وہ اپنے بیٹے کے لیے بھی یہی بیڈ نمبر اپنی وصیت میں الآٹ کرنے کا کہے کیونکہ یہ بیڈ نمبر اُس کے باپ اور دادا نے بھی استعمال کیا ہے۔

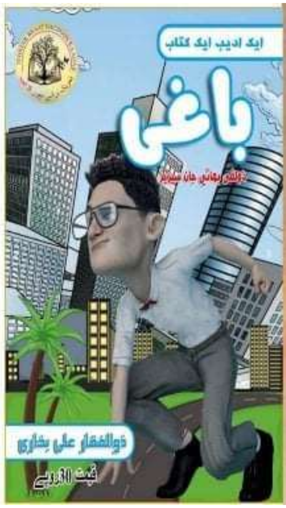

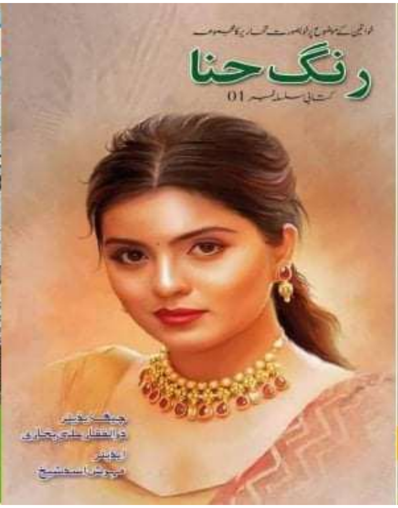

میٹھی عید کی میٹھی آفر

تحریک برائے بچوں کا ادب کے زیر اہتمام شائع ہونے کتب آپ کے ذوق مطالعہ کی نذر قارئین ماہنامہ سرائے اُردو بہاولنگر اور ادبی محفل سرائے اُردو کے قارئین رنگ حنا، موت کا فرشتہ اور باغی صرف ایک سو روپے میں گھر بیٹھے حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ خاص آفر عید الفطر کے تین دنوں تک کے لئے ہے۔

ایزی پیسہ اکاونٹ نمبر:0342-5088675

"عیدی"

عمر فاروق عارفی

"سعد بیٹا!!!!!"

آج افطاری کے بعد بازار جانا ہے تاکہ عید کے لیے کپڑے لے آئیں، اس لیے تیاری کر لینا"مظہر صاحب نے سحری سے فارغ ہوتے ہی ننھے سعد کو مخاطب ہو کر کہا۔ مظہر صاحب نجی بینک میں ملازم تھے۔ اپنی بیوی اور دو بچوں عائشہ اور سعد کے ساتھ پانچ مرلے کے ذاتی مکان میں رہائش پذیر تھے۔ پیسے کی خوب ریل پیل تھی، شہر میں اپنا ذاتی گھر اور گاؤں میں چند ایکڑ زمین کے بھی مالک تھے۔

عائشہ ساتویں جماعت جبکہ سعد پانچویں جماعت کا طالب علم تھا۔ دونوں ہی بچے بہت پاکیزہ سوچ کے حامل تھے۔ بچوں کی تربیت میں مسز مظہر کا پورا پورا ہاتھ تھا۔ افطاری کے بعد مظہر صاحب نے گاڑی نکالی اور بیوی بچوں کو لے کر شہر کے مہنگے شاپنگ سینٹر کی طرف روانہ ہو گئے۔

"بابا میں تو تین سوٹ لوں گا"۔ سعد نے گاڑی سے اترتے ہی اعلان کر ڈالا۔

"بیٹا دو سوٹ بہت ہیں تو پھر تیسرا کیا کرنا ہے؟؟"مظہر صاحب نے تعجب سے سعد سے استفسار کیا۔

"بابا تیسرا سوٹ میں اور بھائی اپنے پیسوں اور اپنی پسند سے خریدیں گے"عائشہ نے پرس سے دو ہزار روپے نکال کر مظہر صاحب کو دیتے ہوئے کہا۔

"اونہہ۔۔۔۔یہ کیا ہے میرے بچو؟ یہ رقم کیسی ہے اور کہاں سے لی ہے؟"اب کے مظہر صاحب حیران و پریشان سے بچوں کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

"یہ کس لیے دونوں بہن بھائیوں کا گٹھ جوڑ ہوا ہے، ذرا بتاؤ تو سہی۔ ہمیں بھی تو کچھ پتہ چلے"۔ مسز مظہر نے حیرانی سے نے اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

"بابا پہلے خریداری کرتے ہیں پھر ہم آپ کو گھر جا کر سب بتائیں گے"سعد نے فیصلہ سنایا اور دونوں میاں بیوی کو بچوں کے آگے ہار ماننا ہی پڑی۔

"بیٹابتاؤذرایہ تیسرا سوٹ کس لیے خریداا ور رقم کہاں سے لی؟؟" خریداری کرنے کے بعد جیسے ہی گھر پہنچے تو سعد کی امی نے سوال داغ دیا۔

عائشہ اور سعد نے ایک دوسرے کی آنکھوں میں اشاروں ہی اشاروں میں دیکھااور دونوں کے لبوں پہ معنی خیز مسکراہٹ پھیلتی ہی چلی گئی۔

"ارے کچھ بتاؤ گے بھی یامجھے اور اپنی امی کو حیرت کے جھٹکے ہی دیتے رہو گے"۔ مظہر صاحب نے صوفے پہ دراز ہوتے ہی مسکراتے ہوئے کہا۔

"باباگذشتہ جمعہ پہ میں مسجد گیا تھاتووہاں میں نے مولوی صاحب سے سنا تھا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری وقت میں فرمایا تھا کہ:

"اپنے نوکروں کے ساتھ اچھاسلوک کرنا"۔

"باباہمارے گھر میں کام کرنے والی زینت ماسی کا بیٹا عمیر کچھ دن پہلے آیا تھاتو میں نے سنا کہ وہ اپنی ماں سے کہہ رہا تھا کہ امی عید پہ پینٹ شرٹ لے کر دیناتو اسکی امی کی آنکھوں میں آنسو تھے۔وہ آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی کہ صاحب اگر موڈ میں ہوئے تو کہوں گی کیا پتہ وہ خرید کر دے دیں۔میں اور عائشہ باجی نے اس بات کو سن لیا تھااور دیکھ بھی لیا تھااس دن سے ہم نے تہیہ کیا تھا کہ اس عید سے پہلے پہلے ہم اپنی جمع شدہ رقم سے نئی پینٹ شرٹ خرید کر عمیر کو عیدی دیں گے"۔

ننھاسعد بولتا جارہا تھا جبکہ مظہر صاحب کا سر شرم سے جھک گیا تھاوہ سوچ رہے تھے کہ یہ بچے ان سے بازی لے گئے ہیں۔جو کام انہیں خود کرنا چاہیے تھاوہ کام بچوں نے کرکے انہیں شرمندہ کردیا تھا۔بچوں کے جذبے نے مظہر صاحب کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا کہ وہ نم آنکھوں کے ساتھ گاڑی نکال کر ایک بار پھر بازار کی طرف رواں تھے تا کہ بیوہ زینت ماسی کے لیے بھی سوٹ اور دیگر ضروریات کی چیزیں خرید سکیں۔وہ سمجھ چکے تھے کہ اصل عید تو غریبوں کے ساتھ خوشیاں بانٹنے سے ہی منائی جاسکتی ہے۔

☆☆☆☆

"رُوبرو ہے ادیب"

تحریر و ملاقات: فاکہہ قمر

تیرہ سالہ ننھی بچی جو کہ نویں جماعت کی طالبہ ہیں اورادب اطفال کا روشن ستارہ ہیں، اقراء اعجاز ہماری آج کی مہمان ہیں جو کہ اب تک بیس کے قریب تمام نامور رسائل جگنو،نونہال بچوں کا میگزین اورشاہین اقبال ڈائجسٹ میں تسلسل سے شائع ہورہی ہیں۔نہ صرف ادبی میدان میں بلکہ تعلیمی میدان میں بھی ان کی کارکردگی قابل ستائش ہے، بچپن سے پوزیشن ہولڈر ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔

ان کے پسندیدہ مصنفین میں اشتیاق احمد،نذیر انبالوی،اکمل معروف،ذوالفقار علی بخاری، علی حیدر، محمد فہیم عالم، خلیل جبار، آئمہ بخاری، صاعقہ علی نوری اور سلمان یوسف سمیجہ شامل ہیں۔

آج اس انٹرویو کے ذریعے ان کی شخصیت کے کچھ پہلو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔امید ہے آپ اس سے محظوظ ہوں گے۔

س: آپ کا لکھنے کی جانب رجحان کیسے پیدا ہوا؟

ج: جب میں تقریباً چھ سال کی تھی تو میرے دادا مجھے نونہال لا کر دیا کرتے تھے ہر مہینے۔۔۔دادا کے انتقال کے بعد بابا پابندی سے لا کر دینے لگے۔۔ پہلے مما کہانیاں سناتی تھیں۔۔ پھر جب پڑھنا آیا تو خود پڑھنے لگی۔جب کہانیاں پڑھتی تھی تو دل چاہتا تھا کہ میں بھی لکھوں۔۔بس اسی طرح رجحان ہوا

س: اتنی سی عمر میں اتنا سب کیسے لکھ لیتی ہیں؟

ج: یہ سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ لکھ لیتی ہوں اور لوگوں کو پسند بھی آتا ہے۔۔

س: لکھنے کے لیے انسپائریشن کہاں سے لیتی ہیں؟

ج: کہیں سے نہیں

س:اپنی تحاریر کی اصلاح کسی سے کرواتی ہیں یا از سر نو خود لکھتی ہیں؟

ج:میں خود ہی لکھتی ہوں۔۔ کبھی کسی سے اصلاح نہیں کروائی۔۔

س:نصابی سر گرمیوں کے ساتھ ادبی سر گرمیوں کے لیے وقت کیسے مختص کرتی ہیں؟

ج:میں نے ہر چیز کا وقت مختص کیا ہوا ہے۔۔ جس کی وجہ سے مجھے اسکول کے پڑھنے کا اور کہانیاں لکھنے کا وقت مل جاتا ہے۔۔

س:ادبی سفر کے دوران سب سے زیادہ بھرپور تعاون اور حوصلہ افزائی کس کی جانب سے حاصل ہوئی؟

ج:مما، بابا کی جانب سے

س:اپنی تحاریر کی اشاعت پر کیسا محسوس وتا ہے؟

ج:بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے۔۔بے تحاشا

س: مستقبل کے کیا ارادے ہیں؟

ج:سی ایس ایس کر کے آفیسر بننے کا اردہ ہے۔

س:آپ کے خیال میں ایک لکھاری کے لیے حوصلہ افزائی کس قدر ضروری ہے؟

ج:بہت زیادہ ضروری ہے حوصلہ افزائی۔۔اس کے ذریعے وہ آگے بڑھتا ہے۔۔

س:ایک لکھاری میں کن خصوصیات کا پایا جانا ضروری ہے؟

ج: ایک اچھے لکھاری کو ایسی کہانیاں لکھنی چاہئے جسے پڑھتے ہوئے قاری بور نا ہو۔۔ اس کا تجسس بر قرار رہے۔

س:اپنے مشاغل اور مصروفیات کے بارے میں کچھ بتائیں؟

ج:کہانیاں پڑھنا، کتابیں، ہارر ناول پڑھنا، ڈرائنگ کرنا، کہانیاں لکھنا۔

س:زندگی کا کوئی ناقابل فراموش واقعہ؟

ج: جب پہلی کہانی چھپی، جب کلاس میں پہلی دفعہ فرسٹ پوزیشن آئی ون کلاس میں۔۔ ون کلاس سے اب تک ماشاء اللہ میری پہلی پوزیشن برقرار ہے۔

س: اپنے لکھاری ساتھیوں کے نام کوئی پیغام دینا چاہیں؟

ج: ایسے ہی اچھی کہانیاں لکھتے رہیں۔۔۔ مجھے آپ سب کی کہانیاں بے حد پسند ہیں۔

"چاندرات اور صدقہ جاریہ"

وقار احمد

جیسے ہی عید الفطر کا چاند نظر آیا نواز اپنی امی کے پاس دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا۔ "امی! مجھے آتش بازی خریدنے کے لیے پیسے چاہئے۔"

"بیٹا! میرے پاس تو تمھارے ابو کے پیسے ہیں وہ میں تمھیں اس فضول خرچی کے لیے نہیں دے سکتی۔" امی نے عذر پیش کرتے ہوئے کہا۔

"امی! آپ میری خوشی کے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتی؟" نواز نے منہ بسورتے ہوئے شکایتی انداز میں امی سے کہا۔

نواز ابھی امی سے شکایت کر ہی رہا تھا کہ اسکے والد صاحب دروازے سے نمودار ہوئے۔

"بیٹا! یہ کیا شور مچار کھا ہے باہر تک تمھاری آواز آرہی تھی۔ تھوڑی بھی عقل نہیں رہی تم میں۔" ابو نے آتے ہی نواز کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"ابو! امی مجھے آتش بازی کے لیے پیسے نہیں دے رہی ہیں۔" نواز نے ابو سے امی کی شکایت کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹا میں نے پچھلی چاندرات کی طرح تمھارے لیے اس دفعہ بھی پیسے رکھے ہوئے ہیں اور مجھے پتا تھا کہ تم آتش بازی کے لیے پیسے مانگو گے۔" ابو نے مسکراتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے نواز کو بتایا۔

"ابو جلدی سے مجھے پیسے دیں تاکہ میں آتش بازی خریدوں۔" نواز نے بے تابی سے مچلتے ہوئے ابو سے کہا۔

"یہ لو پیسے لیکن باہر بہت رش ہے اپنا خیال رکھنا۔" ابو نے پیسے دیتے ہوئے ساتھ ہدایت بھی کر دی۔

"جی ابو میں اپنا خیال رکھ سکتا ہوں چھوٹا بچہ نہیں ہوں میں۔" نواز نے پیسے پکڑے اور دکان کی طرف دوڑ لگادی۔

جیسے ہی وہ دوکاندار کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کا دوست کتابیں خرید رہا ہے کیونکہ وہ مدرسے کا طالب علم تھا اور وہ عید کے بعد مدرسے جانے والا تھا۔

"بیٹا یہ کتابیں تو بہت مہنگی ہیں اور تمھارے پاس پندرہ سو روپے کم ہیں۔" دکاندار نے لڑکے کو باخبر کرتے ہوئے بتایا۔

"انکل جتنے پیسے کم ہیں اتنی قیمت کی کتابیں آپ واپس رکھیں اور ان پیسوں میں جتنی مل سکتی ہیں اتنی کتابیں ہی دے دیں۔" احمد نے مایوسی سے دکاندار کو کتابیں واپس رکھنے کا کہا۔

نواز کے سامنے یہ سب کچھ ہو رہا تھا جیسے ہی اس نے اپنے دوست کو مشکل میں دیکھا تو اس نے دکاندار کو آواز دی۔

"انکل یہ میرا دوست ہے اور آپ کتابیں واپس نا رکھیں جتنے پیسے کم ہیں وہ میں دے دوں گا لیکن میرے دوست کو پورا سیٹ دیں کتابوں کا۔" نواز نے یک دم دکاندار کو حکم صادر کرتے ہوئے کہا۔

"ارے! نواز آج تو تم نے میری بہت بڑی مشکل حل کر دی ہے۔ اللہ تمھیں اس کا اجر ضرور دے گا۔ آپ نے تو صدقہ جاریہ میں حصہ لیا ہے اور اس کا بہت ثواب ملے گا۔" احمد نے دلی طور پر نواز کا شکریہ ادا کیا۔

"نہیں میرے بھائی یہ تو میرا فرض تھا۔ ویسے بھی دوست وہ ہے جو مصیبت میں کام آئے۔" نواز نے خندہ پیشانی سے اپنی دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے دوست کو گلے لگا لیا اور ایک دوسرے سے اجازت لے کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ نواز نے آتش بازی کی بجائے مدرسے کے طالب علم کی مدد کر کے صدقہ جاریہ میں اپنا حصہ ادا کیا اور دوستی کی مثال قائم کر دی۔ ہمیں فضول کاموں میں پیسہ خرچ کرنے کی بجائے کسی کی مدد کرنی چاہئے جو کہ سب سے عظیم کام ہے اور جو دوسروں کی مدد کرتا ہے اسے حج اکبر کا ثواب ملتا ہے۔

☆☆☆☆

"عید"

افق زہرہ بلوچ-تونسہ شریف

دروازے پر کسی نے گھنٹی بجائی تو چودہ سالہ عریبہ بھاگم بھاگ دروازے کی طرف لپکی۔

"امی !خط بھیجا ہے کسی نے" عریبہ نے آواز لگائی۔

رقیہ بیگم نے جلدی سے خط لیا اور کمرے میں چلی گئی۔

"میری پیاری ملکہ، مجھے عید کے بعد چھٹی ملے گی،زوہان،عفان اور عریبہ کا خیال رکھنا۔ان کے لیے نئے کپڑے اور جوتے بجھوا رہا ہوں۔یہ پہلی عید آپ سب کے بغیر گزر رہی ہے لیکن ملک کا فرض ہمیں عیدیں بھلا دیتا ہے۔اپنا بہت خیال رکھنا!"

آپ کا بہادر سپاہی!

امی بابا کب آئیں گے ؟ آج تو عید ہے۔چھ سالہ عفان نے سوال کیا۔

فون کی گھنٹی بجی اور اگلے ہی لمحے آواز سماعت سے ٹکرائی۔

"مبارک ہو آپ کے سپاہی نے جام شہادت نوش کیا ہے"

اپنی جان نظر کروں، اپنی وفا پیش کروں

قوم کے مرد مجاہد، تجھے کیا پیش کروں

ہم بابا کے ساتھ جنت میں عید گزاریں گے۔عفان کو گلے لگاتے مدھم سی آواز حلق سے نکلی۔

☆☆☆☆

"پیغام"

ذوالفقار علی بخاری

عید کا دن ہر بچے کے لئے بہت سی خوشیوں کو ساتھ لے کر آتا ہے، ہمارے بچپن میں یہ کچھ یادگار سا یوں رہا ہے کہ ہم اکثر عید کے دنوں میں گھومنے جایا کرتے تھے، چوں کہ ہم اپنے رشتے داروں سے دور رہتے تھے تو اسی وجہ سے ہمارے اباجی عیدی کے طور پر ہمیں تفریحی مقامات کی سیر کروایا کرتے تھے، وہ چوں کہ وکالت کرتے تھے تو ان کے پاس ہمارے لئے وقت کم ہی ہوا کرتا تھا اسی وجہ سے ہماری عید کے دنوں میں بڑی تفریح یہی ہوتی تھی کہ ہم کہیں چلے جائیں اوررنگ برنگ ملبوسات میں بچوں کو دیکھ کر خوشی سے عید کا دن منالیں اورکچھ کھا پی لیں، یوں سمجھ لیں کہ ہمارے ابا نے ایسا کرکے ایسا جی خوش کیا ہے کہ آج تک سرشاری ہے اور وہ عید کا مزا اب اُن کے گذر جانے کے بعد ختم ہو چکا ہے، اب کئی سالوں سے بھائی کے بچوں کو عیدی دے کر اورکچھ اُن کو کہیں لے جا کر ہم ان دنوں کی یاد تازہ کرلیتے ہیں۔ہمارے عید کے دن بہت کم رشتے داروں کے ساتھ گذرے ہیں کہ ہم دوسرے شہر میں مقیم رہے ہیں، مگر جب موقع ملا ہے تو خوب میٹھی سوئیاں کھانے کے ساتھ گھومنے کے لئے ہی گئے ہیں۔ عید کے دن کوشش رہی ہے کہ ناراض دوستوں کو منا لیا جائے، رشتے داروں سے بھی بات کرلی جائے، یہی وہ دن ہے جب آپ دوسروں کے ساتھ تعلق کو بہتر بنا سکتے ہیں اگر آپ اس دن ایسا نہ کرسکے تو پھر آپ خسارے میں رہتے ہیں۔ عید کے دن خوشیوں کو تقسیم کرنا چاہیے، آپ کے عید کے دن کی مسکراہٹ کسی کے لئے عیدی ہوسکتی ہے بس یہی میرا عید کے دن کا پیغام ہے۔

☆☆☆☆

بچپن کی عید اور ہم

حسن آرآ۔ ملک وال

ویسے تو ہر انسان میں ایک بچہ چھپا ہوتا ہے جو وقت آنے پر ظاہر ہوتا ہے۔ بچپن سے مراد زندگی کا ابتدائی دور ہے جسے بے فکر ازمانہ کہتے ہیں۔ بچپن کی عیدیں ہر ایک کے لیے بہت یادگار ہوتی ہیں۔ ہم بچپن میں چمکیلے بھڑکیلے کپڑے پہن کر اپنے تمام بڑوں سے دعائیں اور عیدی وصول کرتے تھے۔ پھر تمام سہلیوں کو ان کے گھر سے بلانے جاتے تھے۔ سب اکٹھے ہو کر محلے کی سجی ہوئی دکانوں کا رُخ کرتے تھے۔ تھوڑے سے پیسوں میں ہم پورا دن دکانوں سے مختلف چیزیں کھاتے تھے۔ اُس دور میں مہنگائی اتنی نہیں ہوتی تھی بلکہ بیس یا پچاس روپے میں پورا دن کھانا پینا موج مستیاں چلتی تھی۔ شرارتیں ہلہ گُلہ ہوتا تھا۔ خوب کھیلتے تھے۔ سارا محلہ ہمارا پلے گراؤنڈ ہوتا تھا ۔سائیکل پر سارے محلے کا راؤنڈ لگاتی تھی۔ بچپن کی عید اور ویسی خوشی دوبارہ نہیں ملی کیونکہ ہم زندگی کی ذمہ داریوں میں اتنا اُلجھ جاتے ہیں کہ بچپن تو کہیں کھو ہی جاتا ہے۔ بہت یاد آتی ہیں وہ بچپن کی عیدیں اور بے فکرا زمانہ ۔جب کبھی بچپن کی عید یاد آتی ہے تو سوچتے ہیں کہ وہی دن اچھے تھے۔ سب سے خوبصورت بات یہ تھی کہ سب سہلیوں کو عید کارڈ دیتے تھے اور ساتھ کچھ تحفے بھی ہوتے تھے۔ مہندی بہت شوق سے لگواتے تھے جو کہ اکثر سوتے ہوئے ہاتھ منہ پہ لگ جاتا تھا۔ صبح ہاتھوں کے ساتھ ساتھ منہ پر بھی نقش و نگار بنے ہوتے تھے جو کہ میک اپ کر کے چھپا دیے جاتے تھے۔ سب کو مہندی دیکھا کے بہت خوش ہوتے تھے۔ یہ وہ دن ہیں جو جب بھی یاد آتے ہیں تو لگتا ہے جیسے بچپن لوٹ آیا ہو خود کو ویسا ہی پُر جوش محسوس کرتی ہوں۔ اب وہ دن یاد آتے ہیں تو کھو سی جاتی ہوں۔ عید کا دن خوشیوں کا دن ہے۔ اس دن ہمیں غریبوں کو بھی عید کی خوشیوں میں شریک کرنا چاہیئے اور بنا دیکھاوا کیے ان کی غیر محسوس انداز میں مدد کرنی چاہیئے تاکہ انہیں اپنا آپ کمتر نہ لگے۔

☆☆☆☆

"عید الفطر عزم نو کا دن"

دانیال حسن چغتائی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ: جب عید الفطر کی صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ملائکہ کو زمین پر بھیج دیتا ہے اور پکارتا ہے کہ:

"اے امت محمدیہ! اس رب کی بارگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے"۔

چنانچہ جب مسلمان عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو اپنے ان بندوں کو دیکھ کر کہ وہ حمد و ثناء کرتے ہوئے آرہے ہیں، باری تعالیٰ خوشی اور مسرت کے ساتھ فرشتوں سے دریافت فرماتا ہے کہ "کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو"۔

فرشتے عرض کرتے ہیں کہ "اے معبود! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اسے پوری پوری مزدوری دی جائے"۔ تو اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ "(فرشتو) تم گواہ رہنا کہ میں نے اپنے ان بندوں کو روزوں اور تراویح کے بدلے "مغفرت (اور اپنی) رضا عطا کر دی"۔ پھر اپنے ان بندوں سے مخاطب ہو کر (جو شکرانہ ادا کرنے عید گاہ آئے ہوتے ہیں) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ "تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا"۔

عید الفطر درحقیقت اعمال کے جائزے اور عزم نو کا دن ہے، یہ بہت سی خوشیوں اور رحمتوں کا مجموعہ ہے۔ جن میں سے ایک رمضان المبارک کے روزوں کی خوشی، دوسرے رمضان میں قیام اللیل (تراویح) کی خوشی، تیسری نزول قرآن، چوتھی لیلۃ القدر اور پانچویں اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزے داروں کے لئے رحمت و بخشش اور عذاب جہنم سے آزادی کی خوشی۔ پھر ان تمام خوشیوں کا اظہار صدقہ و خیرات جسے صدقۃ الفطر کہا جاتا ہے، کے ذریعے کرنے کا حکم ہے، تاکہ عبادت کے ساتھ ساتھ انفاق کا عمل بھی شریک ہو جائے۔ یہی وہ وجوہات ہیں جن کی بناء پر یہ

مومنوں کے لئے خوشی کا دن قرار دیا گیا۔ عید کے دن سب سے اہم کام جو نماز عید سے پہلے کر لینا سنت ہے، وہ فطرہ کی ادائیگی ہے، صدقۃ الفطر رمضان میں ہو جانے والی لغویات اور بے ہودہ کاموں کی طہارت کرتا ہے اور مساکین کی خوراک کا ذریعہ ہے، اس لئے اسے نماز عید سے پہلے پہلے ادا کر دینا چاہئے۔ عید کے دن مندرجہ ذیل اعمال مسنون ہیں۔ پہلے اپنے ناخن تراشیں، مسواک کریں، غسل کریں، نئے کپڑے ہوں تو وہ پہنیں، نہیں تو دھلے ہوئے اچھے کپڑے جو موجود ہوں وہ پہنیں، خوشبو لگانی چاہئے اور فجر کی نماز عید گاہ یا محلے کی مسجد میں باجماعت ادا کرنی چاہئے اور کوشش کریں کہ عید گاہ جلد پہنچ جائیں۔ عید الفطر کے دن کچھ میٹھا کھا کر نماز کے لئے تشریف لے جائیں، اگر کھجوریں میسر ہوں تو طاق عدد میں کھجوریں کھالیں یا پھر اور کوئی میٹھی چیز بھی کھا سکتے ہیں۔ عید گاہ سواری پر جانے میں بھی کوئی حرج نہیں لیکن اگر پیدل چل سکتے ہوں تو پیدل جانا افضل ہے۔ عید گاہ جاتے ہوئے راستے میں ”اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الٰہ الاّ اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد“ آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے جانا چاہیے۔ جہاں عید کی نماز پڑھی جائے وہاں نماز سے پہلے اور بعد کوئی اور نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نماز عید نہیں پڑھ سکتا اس لیے کہ جماعت اس میں شرط ہے اور دوسرے عید گاہ جانا سنت موکدہ ہے۔ ایک راستے سے جائیں اور دوسرے راستے سے واپس آئیں۔ اس طرح مختلف راستے آپ کی عبادتوں کے گواہ بنتے جائیں گے لیکن آنے جانے میں کسی کو تکلیف نہ ہو۔ نعرے بازی، شور مچانا جائز نہیں۔ یہ عمل اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

روایت کے مطابق عید کے دِن رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز پڑھنے کے لیے عید گاہ کی طرف جارہے تھے کہ راستے میں ایک جگہ کچھ ایسے بچوں کو کھیلتے کودتے ہوئے دیکھا جنھوں نے خوب صورت اور رنگ برنگے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ بچوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر سلام کا جواب ارشاد فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ آگے تشریف لے گئے تو وہاں ایک بچے کو اداس و پریشان

بیٹھے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بچے کے قریب جا کر رُک گئے اور دریافت کیا: "بیٹا، تمھیں کیا ہوا کہ اداس اور پریشان نظر آ رہے ہو؟"

بچے نے روتے ہوئے کہا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں یتیم ہوں، میرا باپ فوت ہو چکا ہے جو میرے لیے کپڑے لا دیتا۔ میری ماں بھی نہیں ہے جو مجھے نہلا دھلا کر نئے کپڑے پہنا دیتی۔ اس لیے میں یہاں اکیلا اداس و پریشان بیٹھا ہوں۔"

بچے کی بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے آئے، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے فرمایا: "اس بچے کو نہلا دو۔"

جب تک اسے نہلایا جاتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادرِ مبارک کے دو ٹکڑے کر دیے اور کپڑے کا ایک ٹکڑا اسے تہبند کی طرح باندھ دِیا گیا اور دوسرا اس کے بدن پر لپیٹ دِیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کے سر پر تیل لگا کر کنگھی کی، حتیٰ کہ جب وہ بچہ تیار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے بیٹھ گئے اور اس بچے سے فرمایا: "آج تم چل کر مسجد کی طرف نہیں جاوگے، بلکہ میرے کندھوں پر سوار ہو کر جاؤ گے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یتیم بچے کو اپنے کندھوں پر سوار کیا اور اس گلی میں تشریف لے گئے جس میں بچے کھیل رہے تھے۔ جب اُن بچوں نے یہ منظر دیکھا تو وہ حسرت سے کہنے لگے: "کاش! ہم بھی یتیم ہوتے تو آج ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر سوار ہونے کا شرف نصیب ہوتا۔"

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لا کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ بچہ نیچے بیٹھنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آج تم زمین پر نہیں، بلکہ میرے ساتھ منبر پر بیٹھو گے"

۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو منبر پر بٹھایا اور اور پھر اس کے سر پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ کر ارشاد فرمایا: ”جو شخص یتیم کی کفالت کرے گا اور محبت و شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرے گا، اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے، اللہ تعالیٰ اس کے اعمال نامے میں اتنی ہی نیکیاں لکھ دے گا۔“ مزید فرمایا: ”مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اسے مصیبت کے وقت تنہا نہیں چھوڑتا، جو شخص اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کی مشکل دور کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے قیامت کے دن اس سے سختی دور فرمائے گا۔“

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اہلِ ایمان کی مثال ایک دوسرے سے محبت کرنے ایک دوسرے کا غم کھانے اور ایک دوسرے پر مہربانی کرنے میں جسم کی مانند ہے کہ اگر اس کا ایک حصّہ تکلیف سے دوچار ہوتا ہے تو سارا جسم اُسی کیفیت کا شکار ہو جاتا اور بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔“ (صحیح مُسلم) اس حدیثِ رسول میں یہ پیغام پوشیدہ ہے کہ تمام اہل ایمان جسد واحد کی طرح ہیں، اس لحاظ سے پوری دنیا کے مسلمان بلا تفریق قوم و قبیلہ ہر رنگ اور ہر نسل کے مسلمان خواہ ان کا تعلق دنیا کے کسی خطے اور علاقے سے ہو، وہ سب ایک دوسرے کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہیں۔ ان کی خوشیاں بھی ایک ہیں اور غم بھی ایک۔ عید کے اس پر مسرت موقع پر ہمیں دنیا کے ہر خطے اور علاقے کے مظلوم مسلمانوں کو اپنی خوشیوں میں یاد رکھنا چاہیے۔

☆☆☆☆